مولوی عبدالحق بطور تدوین کار

قیصرہ ناہید

Abstract:

Emendation and editing of the manuscripts is pre-eminent branch of the research process. As an emender Maulvi Abdul-Haq has faced a number of problems in this regard. But he was an expert in the area of script concern, language and rules of the grammar. Abdul-Haq has done research studies on two types of topics, one is classical poetry and prose of South North India and other is 'Tazkaras'. The 'preambles' written by him are really informative. He found the old handwritten scripts, which if have not been 'saved' then a most precious asset would have been wasted.

تدوین کار کو مختلف خطی یا نقل شدہ مخطوطات اور نسخوں کی کھوج لگا کر ان کے موازنے و مقابلے کے بعد اپنے تدوینی کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانا ہوتا ہے۔

اردو میں تدوینِ متن کے اعلیٰ نمونوں کی کمی نہیں۔ مدونین نے لائق تحسین محنت اور عرق ریزی کا مظاہرہ کیا، جس سے اردو میں بھی تحقیق و تدوین کو اعتبار ملا۔ اس کٹھن کام میں اولیت بہر طور مولوی عبدالحق کی ہے۔

بہ طور تدوین کار مولوی عبدالحق کے ہاں تحقیق اور تدوینِ متن کی سوجھ بوجھ حیران کن حد تک موجود تھی۔ تدوین متن کے بعد تحقیق کے حاصل کا تجزیاتی عمل شروع ہوتا ہے اور یہ کام تدوین متن سے بھی مشکل اور پیچیدہ ہے۔ یوں اگر یہ کہا جائے کہ اول اول صحیح معنوں میں تدوین متن کے ساتھ تجزیاتی مطالعے کا آغاز انھوں نے ہی شروع کیا تو غلط نہ ہوگا۔ اس کے باوجود کہ ان کے سامنے تدوینِ متن کے نمونے یکسر نہ تھے، نہ اس دور میں تحقیق و تدوین کے وہ Tools میسر تھے، نہ سہولیات، جو آج میسر ہیں۔ اس کے باوجود سولہ (16) کتب کی تدوین کا فریضہ سرانجام دیا۔

۱۔ سب رس: عبدالحق نے رسالہ **اردو**، اورنگ آباد، دکن اکتوبر ۱۹۲۴ء میں **سب رس** کے عنوان سے ایک مضمون شائع کرنے کے بعد **سب رس** مرتب کی۔ بعد ازآں ملا وجہی کے قدیمی دکنی دقیق الفاظ کی فرہنگ اور

اسی مضمون کو بطور مقدمہ شامل کر کے ۱۹۳۲ء میں اورنگ آباد، دکن سے کتابی شکل میں شائع کر دیا۔ اس طرح ملا وجہی کا وہ کارنامہ جس سے ادبی دنیا شناسا نہ تھی، شناسا ہو گئی۔

مولوی عبدالحق، مقدمے میں رقم طراز ہیں کہ "سب رس" بھی وجہی نے قطب شاہ ہی کی فرمائش پر لکھی تھی اور ملا وجہی نے "وجہی" اور "وجہیؔ" دونوں طرح اپنا نام لکھا ہے۔

مولوی عبدالحق نے فتاحی نیشا پوری کی "حسن و دل" اور وجہی کی "سب رس" کا موازنہ و مقابلہ کر کے بتایا کہ وجہی کو فتاحی کی "حسن و دل" (جو نثر میں ہے) ہاتھ لگ گئی تھی۔ "دستورِ عشاق" اس کی نظر سے نہیں گزری تھی۔ عبدالحق نے نہ صرف قصے کا تقابلی جائزہ لیا بلکہ ان کا لسانی جائزہ بھی تحقیقی نوعیت کا ہے جس سے معلوم ہوا کہ "سب رس" عربی و فارسی کے ساتھ ساتھ ہندی کے الفاظ بھی **کثرت** سے برتے گئے ہیں۔ معلوم ہوا کہ "سب رس" کی زبان تین صدی قبل کی دکنی اردو ہے جس کے بہت سے الفاظ اور محاورات اب متروک ہیں۔ یہی سبب ہے کہ حافظ محمود شیرانی نے عبدالحق کے اس کام کو کھلے الفاظ میں سراہتے ہوئے کہا تھا کہ "لغت و لسان اور قدیم صرف و نحو کے محقق اس کو ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھیں گے۔"

سب رس کے عبدالحق کو چار قلمی نسخے ملے تھے۔ ان میں سے دو قدرے ناقص تھے۔ اس وقت وہ چاروں نسخے، نیشنل لائبریری، کراچی میں انجمن ترقی اردو کے عطا کردہ ذخیرے میں موجود ہیں۔ پتا چلانا مشکل نہیں کہ کون سا نسخہ بنیادی ماخذ رہا۔

۲۔ "قطب مشتری": **سب رس** کی طرح عبدالحق کا ایک بڑا تحقیقی کارنامہ ملا وجہی کی منظوم کتاب **قطب مشتری** کی تدوین و تحقیق ہے، جو انھوں نے ۱۹۳۹ء میں انجمن ترقی اردو کے زیرِ اہتمام دہلی سے شائع کی تھی۔ ڈاکٹر خاں رشید نے **تاریخِ فرشتہ** کے حوالے سے اسے محمد قلی قطب شاہ اور بھاگ متی کے عشق کا حقیقی قصہ قرار دیا تو مولوی عبدالحق، خاں رشید کے اس بیان سے متفق نہیں تھے۔

عبدالحق نے یہ مثنوی دو نسخوں کی مدد سے مرتب کی تھی، جن میں سے ایک ان کا اپنا تھا اور دوسرا انہیں برٹش میوزیم لندن سے دستیاب ہوا تھا۔

مولوی عبدالحق کا ذاتی نسخہ قدرے ناقص تھا، یوں انھوں نے برٹش میوزیم کے نسخے کو بنیاد بنایا اور اپنے نسخے سے مدد لیتے رہے۔ ان کا اپنا نسخہ مواد کے اعتبار سے بڑا تھا اور اس میں اشعار کی تعداد برٹش میوزیم کے نسخے سے زیادہ تھی۔ اس لیے انہوں نے اپنے نسخے کے زاید مواد کو ۲۰ صفحات پر مشتمل ضمیمہ کی صورت شاملِ کتاب کر دیا۔ عبدالحق نے اس کتاب کے آخر میں قدیم الفاظ کی فرہنگ بھی دی ہے۔

۳۔ مثنوی: **گلشنِ عشق**: دکن کے قدیم شاعر نصرتی کی یہ مثنوی، مولوی عبدالحق نے مرتب کر کے انجمن ترقی اردو، کراچی سے ۱۹۵۴ء میں شائع کی۔ نصرتی نے یہ مثنوی ۱۰۶۸ھ/ ۵۸-۱۶۵۷ء میں تصنیف کی تھی جیسا کہ اس نے خود مثنوی کے آخر میں "مبارک یو ہے ہدیہ نصرتی" کے مصرعہ سے ۱۰۶۸ھ تاریخ نکالی ہے۔ مولوی عبدالحق کا دعویٰ تھا کہ ان کے پاس اس کتاب کے کئی نسخے رہے۔ ان میں سب سے قدیم ۱۰۹۳ھ/ ۸۲-۱۶۸۱ء کا

تھا۔

دوسرے کون کون سے نسخے تھے اوران کا سنہ کتابت کیا تھا، یہ نہیں بتایا۔تاہم عبدالحق نے بڑی دیدہ ریزی سے یہ **مثنوی** مرتب کی اور ہر صفحہ کے حاشیے پر مشکل دکنی الفاظ کے معنی دیئے ہیں۔آخر میں ۳۰ **صفحات** کی فرہنگ بھی شامل کتاب ہے۔

۴۔**مثنوی علی نامہ**: نصرتی کی **مثنوی علی نامہ** ایک رزمیہ ہے جس میں علی عادل شاہ کی جنگی مہمات کا ذکر ملتا ہے۔اس **مثنوی** سے پتا چلتا ہے کہ اسے اٹھارہ برس کی عمر میں اپنے دشمنوں سے نبرد آزما ہونا پڑا۔عبدالحق نے یہ کہیں نہیں بتایا کہ انھوں نے اسے کس نسخے کی مدد سے مرتب کیا۔

۵۔**تاریخ سکندری**: نصرتی کی **مثنوی تاریخِ اسکندری** بھی رزمیہ ہے۔اس رزمیہ میں عبدالکریم بہول خان کی فتح مندی کے گن گائے گئے ہیں۔مقدمے میں عبدالحق نے دعویٰ کیا ہے کہ دنیا میں اس **مثنوی** کا صرف ایک ہی نسخہ ہے جو ان کے کتب خانے کی زینت ہے۔البتہ عبدالحق نے یہ نہیں بتایا کہ انھیں یہ نسخہ کہاں سے ملا، اس کی سنہ کتابت کیا ہے اور کاتب کون۔

نصرتی کی یہ **مثنوی علی نامہ** اور **گلشن عشق** کے مقابلے میں بہت مختصر ہے اور صرف ۵۵۴ اشعار پر مشتمل ہے۔

۶۔**باغ و بہار**: عبدالحق نے میر امن کی **باغ و بہار** مرتبہ ڈنکن فاربس کو بنیاد بنا کر از سر نو مرتب کیا مع ایک طویل مقدمہ کے اور اسے انجمن سے ۱۹۳۱ء میں شائع کر دیا۔ڈاکٹر جان گلکرسٹ اور میر امن دونوں نے **باغ و بہار** کو فارسی سے اردو ترجمہ بتایا اور اس کا مصنف امیر خسرو کو قرار دیا تھا۔عبدالحق نے میر امن کی **باغ و بہار** پر ۱۹۳۰ء میں توجہ دی اور اس حوالے سے ایک **مضمون**، رسالہ **اردو** اورنگ آباد کے جولائی ۱۹۳۰ء کے شمارے میں شائع کیا ۔بعد ازآں جب انھوں نے **باغ و بہار** مرتب کی تو اسی **مضمون** کو بطور مقدمہ شامل **کتاب** کر دیا۔

کتاب کے مقدمے میں عبدالحق نے جان گلکرسٹ اور میر امن کے اس خیال کو غلط قرار دیا کہ **باغ و بہار** امیر خسرو کی تصنیف ہے۔انھوں نے اس کا ماخذ محمد حسین عطا خان تحسین کی تصنیف: **نو طرزِ مرصع** کو قرار دیا اور لکھا کہ قصے میں جو ''حمد'' ہے اس کے مقطع میں ''صفی'' تخلص آیا ہے جو خسرو کا تو ہو نہیں سکتا۔

عبدالحق نے تحسین کے فارسی قصے **نو طرز مرصع** اور میر امن کی **باغ و بہار** کا مقابلہ اور موازنہ کر کے یہ لکھا ہے کہ میر امن کی ''باغ و بہار'' فارسی سے ترجمہ نہیں بلکہ اس کا ماخذ تحسین کی ''نوطرز مرصع'' ہے اور کچھ **مقامات** پر جملے کے جملے اور الفاظ بھی وہی ملتے ہیں جو تحسین کی **نو طرز مرصع** کے ہیں۔

بہت ممکن ہے عبدالحق کے پیشِ نظر ڈنکن فاربس کا مرتب کردہ کوئی ایسا نسخہ رہا ہو جس کا سرورق موجود نہ ہو۔ ڈاکٹر مرزا حامد بیگ نے ۲۰۰۴ء میں **باغ و بہار** نسخۂ فیض اللہ مرتب کیا تو انھوں نے **باغ و بہار** کا اصل مصنف مرزا ربیع الجب ڈھونڈ نکالا، جس کی بنیاد مصحفی کے تذکرہ ''عقدِ ثریا'' نے فراہم کی تھی۔(۱)

۷۔**رانی کیتکی کی کہانی**: عبدالحق نے انشاء اللہ خاں انشا کی اس تصنیف کو مرتب کر کے انجمن

ترقی اردو، اورنگ آباد سے ۱۹۳۲ء میں مع مقدمہ طبع کروایا۔ یہ الگ قصہ ہے کہ بعد ازاں امتیاز علی خاں عرشی نے رضا لائبریری، رام پور کے دو خطی نسخوں کو بنیاد بنا کر اس کتاب کو از سرِ نو مرتب کیا۔ اس کے بعد سید قدرت نقوی نے عبدالحق کی مرتب کردہ **رانی کیتکی کی کہانی** (مطبوعہ: ۱۹۳۳ء)، رضا لائبریری، رام پور میں موجود دو خطی نسخوں (جن میں سے ایک ۱۲۴۲ھ/۲۷-۱۸۲۶ء کا مرقومہ ہے) کو بنیاد بنا کر تدوین کا معیار قائم کر دیا۔

۸۔ **معراج العاشقین**: عبدالحق نے اس تصنیف کو سید محمد حسینی بندہ نواز گیسو دراز کی کتاب تصور کر کے مرتب کیا۔ اس کے ناشر غلام محمد انصاری وفا مدیر تاج حیدرآباد، دکن تھے۔ کتاب کی سنہ اشاعت: ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء ہے۔ تاہم یہ درست نہیں کہ یہ کتاب بندہ نواز گیسو دراز کی ہے۔ اس کے اصل مصنف مخدوم شاہ حسینی بیجاپوری تھے۔

۹۔ **انتخاب داغ**: عبدالحق نے انجمن ترقی اردو، دہلی سے ۱۹۴۶ء میں داغ دہلوی کے کلام کا انتخاب مرتب کر کے اپنے مقدمہ کے ساتھ شائع کیا۔ مقدمہ میں مولوی عبدالحق نے داغ کا خاندانی پس منظر اور سوانحی حالات لکھے ہیں۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ عبدالحق نے داغ دہلوی کا کلام مرتب کر کے شائع کروا دیا۔

ان نو اہم متون کے علاوہ مولوی عبدالحق نے دکنی اور گجراتی ادب کے بہت سے نمونے، تعارفی مضامین کے ساتھ متعارف کروائے۔

یاد رہے کہ مولوی عبدالحق نے تدوینِ متن کے کام کا آغاز شعراء کے تذکروں سے کیا تھا۔ اس حوالے سے ڈاکٹر فرمان فتح پوری کہتے ہیں:

> ''تذکروں کو نظر انداز کر کے نہ ہم اردو زبان و ادب کی ارتقائی منزلوں کا سراغ لگا سکتے ہیں اور نہ اس کے ماضی، حال اور مستقبل میں کوئی رشتہ قائم کر سکتے ہیں۔''(۲)

یوں مولوی عبدالحق نے تذکرے مرتب کیے اور حاصلِ تدوین کے طور پر تجزیاتی مقدمات لکھے۔ تفصیل ملاحظہ ہو۔ لیکن پہلے ایک وضاحت: عمومی طور پر **تذکرہ گلشنِ ہند** از مرزا علی لطف (۱۸۰۱ء) کو مولوی عبدالحق کا مرتب کردہ تذکرہ شمار کیا جاتا ہے۔ جب کہ ایسا ہرگز نہیں۔ وہ تذکرہ مولانا شبلی نعمانی کا مرتب کردہ تھا اور انھوں نے اس کے حواشی بھی لکھے۔ البتہ **تذکرہ گلشنِ ہند** کی اشاعت (۱۹۰۶ء) کا مقدمہ مولوی عبدالحق نے لکھا۔ یوں مولوی عبدالحق ۱۹۰۶ء میں ایک ایسے محقق کے طور پر سامنے آئے جو تجزیہ کار کے طور پر بھی بے مثل تھے۔ انھوں نے یکے بعد دیگرے نو (۹) تذکرے مرتب کیے۔

مولوی عبدالحق نے ۱۹۲۸ء میں **چمنستان شعراء** از لالہ لچھمن داس مرتب کیا۔ اس سے قبل وہ جولائی ۱۹۲۷ء کے رسالہ **اردو** اورنگ آباد میں لچھمن داس کو ادبی حلقوں میں متعارف کروا چکے تھے۔ **چمنستان شعراء** تذکرے کا تاریخی نام ہے، جس سے سنہ تالیف ۱۱۷۵ھ/۶۲-۱۷۶۱ء برآمد ہوتی ہے۔

مولوی عبدالحق نے لچھمن داس کے اس تذکرے پر طویل تجزیاتی مقدمہ تحریر کرتے ہوئے لالہ لچھمن داس کے والد منسا رام کی تالیفات سے ان کا خاندانی پس منظر دریافت کر لیا۔ لکھتے ہیں:

> ''کھتری قوم سے تھے اور ان کے بزرگ لاہور کے رہنے والے تھے۔ ان کے دادا بھوانی داس

لشکرِ عالم گیری کے ہم راہ دکن میں آئے اور اورنگ آباد سکونت پذیر ہو گئے۔"(۳)

مولوی عبدالحق نے لالہ چھمن داس کی ولادت کا سنہ ۱۱۸۵ھ تحریر کیا ہے۔(۴) جبکہ نصیر الدین ہاشمی **دکن میں اردو** میں لالہ جی کا سال ولادت ۱۱۵۷ھ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "مولانا عبدالحق صاحب نے **چمنستان شعراء** کے مقدمے میں ان کا سنہ ولادت ۱۱۸۵ھ لکھا اور **چمنستان شعراء** ۱۱۷۵ھ کی تالیف ہے۔ظاہر ہے کہ یہ سنہ کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔اس سنہ کو کتابت کی غلطی بھی نہیں کہا جا سکتا، کیوں کہ **مقدمات** عبدالحق میں یہی سنہ لکھا گیا ہے۔خود مولانا کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اٹھارہ سال کی عمر میں اس تذکرہ کی تالیف ہوئی۔ اس لیے صحیح سنہ پیدائش ۱۱۵۷ھ ہے۔(۵)

تاہم نصیر الدین ہاشمی نے مولوی عبدالحق کی یہ بات تسلیم کی کہ "چمنستان شعراء" ۱۱۵۷ھ/۱۷۶۲ء کی تالیف ہے۔

مولوی عبدالحق کے پیش نظر کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن کا واحد خستہ نسخہ تھا۔انہوں نے اس کرم خوردہ نسخے میں درج اشعار کو شعراء کے اصل دواوین اور بیاضوں سے موازنہ کر کے درست کیا اور قیاس پر انحصار نہ کرتے ہوئے مشکوک اشعار کے سامنے سوالیہ نشان لگا دیا، تاکہ وہ اشعار اور آئندگاں کے لیے باعث توجہ رہیں۔

تذکرہ: **چمنستان شعراء** میں ۲۱۳ شعراء کا ذکر ملتا ہے۔ لالہ چھمن داس نے نہ صرف ان شعرا کے سوانحی خاکے پیش کیے بلکہ ان کے عہد کے تعین کے لیے تاریخی مصرعے اور قطعات بھی بطور سند سامنے رکھ دیئے۔ جن پچیس (۲۵) اشعار کے سلسلے میں یہ تعین مشکل تھا کہ یہ کس کے ہیں، انہیں تذکرے کے آخر میں جداگانہ جگہ دی گئی۔ مولوی عبدالحق کی تحقیق ہے کہ لالہ چھمن داس نے فتح علی گردیزی کے تذکرے: "تذکرہ ریختہ گویاں" (۱۷۵۳ء) اور میر تقی میر کے تذکرے: "نکات الشعراء" (۱۷۵۲ء) سے بھی استفادہ کیا ہے۔

مولوی عبدالحق نے **چمنستان شعراء** مرتب کرتے ہوئے ان دس شعراء کا احوال اور نمونہ کلام جو اس تذکرے میں درج نہ تھا، افضل بیگ خاں کے تذکرے **تحفة الشعراء** سے موازنہ کر کے حاشیہ میں درج کر دیا ہے۔ نیز چند دیگر شعرا کے احوال اور اشعار میں بھی اضافہ کیا۔ مولوی عبدالحق نے مقدمے میں تذکرہ نگار کا کلام درج کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ لالہ چھمن داس خود بھی اوسط درجے کے شاعر تھے اور ان کا نام اذہان سے اتر گیا۔

مولوی عبدالحق نے انجمن ترقی اردو اورنگ آباد (دکن) کے زیر اہتمام قائم چاند پوری کا تذکرہ **مخزن نکات** (۱۵۷۷ء) مرتب کر کے اپنے مقدمے کے ساتھ ۱۹۲۹ء میں شائع کیا۔ جس میں انہوں نے قائم چاند پوری کے بارے میں اہم معلومات فراہم کیں، نیز تذکرے کا ماخذ اور سالِ تصنیف (۱۵۷۷ء) بھی دریافت کر لیا۔

عبدالحق نے بتایا کہ میر تقی میر کے ہم عصر قائم چاند پوری، ضلع بجنور کے رہائشی تھے۔ انہوں نے وضاحت بھی کر دی کہ ان کا نام میر تقی میر نے محمد قائم (۶)، مرزا علی لطف نے شیخ محمد قائم (۷) اور گارسیں دتاسی نے شیخ محمد قائم الدین قائم تحریر کیا۔

مولوی عبدالحق گارسیں دتاسی کی اس بات سے متفق ہیں کہ ان کا اصل نام محمد قائم الدین تھا اور وہ خواجہ میر

درد اور میرزا رفیع سودا کے شاگرد تھے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ مولوی عبدالحق نے ''**مخزن نکات**'' میں قائم سمیت ۱۱۴شعراء کا اندراج بتایا، جب کہ اس تذکرے میں ۱۱۹شعراء کا کلام دستیاب ہے۔ قائم نے شعراء کو تین طبقات میں تقسیم کیا ہے۔ طبقہ اول میں متقدمین، جن کی تعداد ۲۷ ہے۔ طبقہ دوم میں بتیس (۳۲) شعراء اور طبقہ سوم میں ساٹھ (۶۰) شعراء۔ مولوی عبدالحق نے اپنے مقدمہ میں یہ ذکر نہیں کیا کہ انھیں تذکرہ ''**مخزن نکات**'' کا قلمی نسخہ دستیاب کہاں سے ہوا۔ نہ انجمن ترقی اردو، کراچی کے ذخیرے میں اس کا کوئی قلمی نسخہ دستیاب ہوا۔

پروفیسر ڈاکٹر اقتدا حسن نے خلیل الرحمٰن داؤدی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ تذکرہ تاجر کتب رستم علی حیدر آباد، دکن کا مطبوعہ نسخہ تھا اور عبدالحق نے کسی خطی نسخے کی تدوین کا کام نہیں کیا۔ ڈاکٹر اقتدا حسن لکھتے ہیں کہ:

> ''معلوم ایسا ہوتا ہے کہ بعد میں انجمن ترقی اردو نے اس کے حقوق حاصل کر کے اور اس پر مولوی عبدالحق نے مقدمہ لکھ کر شائع کر دیا۔''(۹)

ڈاکٹر اقتدا حسن نے لکھا ہے کہ ''**مخزن نکات**'' کے ایک مخطوطے کا پتہ چل سکا ہے جو انڈیا آفس لائبریری لندن میں کیٹلاگ نمبر B-۵۵ کے تحت محفوظ ہے۔ قیاس کیا ہے کہ یہ شاہان اودھ کے کتب خانوں کا وہی نسخہ ہے جس سے اسپرنگر نے اپنی فہرست شعراء کی تیاری میں مدد لی تھی۔(۱۰)

یوں یہ طے ہے کہ مولوی عبدالحق کے پیش نظر انڈیا آفس لائبریری، لندن کا نسخہ تو تھا نہیں۔ ایسا ہوتا تو وہ اس کا ذکر ضرور کرتے۔ بعد از آں امتیاز علی عرشی نے بتایا کہ قائم نے اپنا تذکرہ پہلے بیاض کی صورت میں مرتب کیا تھا۔ اور یہ بات ۱۱۵۷ھ/۱۷۴۴ء کی ہے۔ اس وقت تک اردو شاعری کا کوئی تذکرہ مرتب نہیں ہوا تھا۔

خود قائم چاند پوری نے بھی یہ دعویٰ کیا ہے کہ ان کے تذکرے سے قبل اردو شعراء کا کوئی تذکرہ بہ زبان اردو نہیں لکھا گیا۔ البتہ مولوی عبدالحق، قائم چاند پوری کے اس بیان سے متفق نہیں کہ شیخ سعدی شیرازی ہندوستان تشریف لائے تھے۔ جبکہ مولوی عبدالحق نے اپنے مقدمے میں قائم کی غزلوں کے ۱۱۳۰شعار، ایک رباعی اور ایک قطعہ کا انتخاب شامل کر کے قائم چاند پوری کو میر تقی میر، میر درد اور میرزا رفیع سودا کے اہم معاصر شاعر کے طور پر متعارف کروایا۔

موولی عبدالحق کا مرتب کردہ **تذکرہ ریختہ گویاں** (۱۷۵۳ء) عبدالحق کے مقدمے کے ساتھ ۱۹۳۳ء میں اورنگ آباد، دکن سے شائع ہوا۔ مولوی عبدالحق کے مطابق اس تذکرہ کا آغاز سید فتح علی حسینی گردیزی نے ۱۱۵۶ھ/۱۷۴۳ء میں کیا تھا۔ جب کہ یہ ۵ محرم ۱۱۶۶ھ/۱۷۵۲ء کو تکمیل کو پہنچا۔ امتیاز علی خاں عرشی نے اس بات سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ تکملہ کے سنہ ۱۷۵۲ء کے بعد بھی اس میں کچھ اضافے ہوئے۔ یوں تو مولوی عبدالحق نے اس تذکرے کو تین مختلف نسخوں کی مدد سے مرتب کیا، لیکن انھوں نے صرف اس نسخے کا ذکر کیا جو سید عبدالولی عزلت کے لیے سید عبدالنبی نے تذکرہ کے چھ سال بعد ۱۱۷۲ھ/۱۷۵۸ء میں نقل کیا تھا۔ لیکن عبدالحق نے تذکرہ کے متن کے حواشی میں مختلف نسخوں کے اختلاف متن اور املا کی نشان دہی بھی کی ہے جس سے ثابت ہے کہ یقیناً ان کے پیش نظر عزلت کے نسخے کے علاوہ اور بھی نسخے تھے۔ عبدالحق نے مصنف کے سوانحی حالات لکھے اور

تذکرہ نگار کی دیگر تصانیف پر بھی روشنی ڈالی۔

فتح علی گردیزی کا شمار اپنے وقت کے اہم مشائخ وصوفیاء میں ہوتا تھا۔عبدالحق نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ گردیزی کے پیش نظر میر تقی میر کا تذکرہ ''نکات الشعراء'' بھی تھا جس پر گردیزی نے کڑی تنقید بھی کی اور اس سے استفادہ بھی کیا۔استفادہ اس حوالے سے کہ ......اس تذکرے میں ستانوے (۹۷) شعراء کا ذکر ملتا ہے، جن میں سے **۴۷** شعراء ایسے ہیں جن کا ذکر میر تقی میر کے تذکرے میں بھی مل جاتا ہے۔ یہ الگ **بات** کہ گردیزی کے تذکرے میں بعض ایسے شاعروں کا احوال بھی موجود ہے جن کے ذکر سے میر کا تذکرہ خالی ہے۔مولوی عبدالحق کے تحریر کردہ مقدمہ میں گردیزی اور میر کے تذکروں کا تقابلی جائزہ بھی لیا ہے۔

مخزن شعراء از نورالدین فائق (۱۸۸۰ء) اس حوالے سے اہم تذکرہ ہے کہ اس میں فائق نے ایک سو گیارہ (۱۱) گجراتی اردو شاعروں کا ذکر کیا ہے۔اپنے مرتب کردہ اس تذکرے کو عبدالحق نے ۱۹۳۳ء میں انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد، دکن سے شائع کیا تھا۔

عبدالحق نے بتایا کہ **مخزن شعراء** تذکرے کا تاریخی نام ہے۔اس کا قطعہ تاریخ فائق نے خود کہا تھا، جس سے تذکرے کا سنہ تالیف ۱۲۶۸ھ/۱۸۸۰ء نکلتا ہے۔یہ تذکرہ اس لیے بھی اہم ہے کہ اس پر میرزا غالب نے نظر ثانی کا کام کیا۔جس کے اعتراف کے طور پر تذکرہ نگار نے تذکرے کے آخر میں غالب کا ایک **مکتوب** مرقومہ ۱۴ جولائی ۱۸۹۶ء شامل کیا ہے۔

مولوی عبدالحق نے یہ تذکرہ دو نسخوں کی مدد سے مرتب کیا۔ایک بمبئی یونیورسٹی کے کتب خانہ کی ملکیت تھا اور دوسرا فائق کے پوتے نے انہیں پیش کیا تھا۔

مولوی عبدالحق نے اپنے مقدمے کو تین طبقات میں تقسیم کیا ہے۔نیز گجرات میں زبان کی اجمالی کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے قطب عالم، شاہ علی جیوگام دھنی، میاں محمد چشتی اور سید شاہ غلام ہاشمی جیسے قدیم صوفی شعراء کا ذکر بھی کر دیا ہے۔

مخزن الشعراء کے متن سے یہ پتا چلا کہ اردو کی نشو ونما گجرات میں **بہت** پہلے شروع ہو گئی تھی البتہ مولوی عبدالحق کو یہ **بات** کھٹکتی ہے کہ اس تذکرے میں قدیم شعرائے **گجرات** کو نظر انداز کیا گیا ہے جس سے ایک تاریخی خلا رہ گیا۔فائق نے اپنے تذکرہ میں ولی کے گجراتی ہونے کا ذکر کر کے اس بحث کو چھیڑ دیا کہ ولی، گجراتی تھا یا دکنی؟ مولوی عبدالحق البتہ اس بحث کو سمیٹ نہ سکے اور لکھا کہ یہ اختلاف ایک **مدت** سے چلا آ رہا ہے اور اس وقت اس کا قطعی فیصلہ کرنا **بہت** مشکل ہے۔

جبکہ **اب** طے پا گیا کہ ولی، دکنی نہیں گجراتی تھے۔گجرات (ہندوستان) میں ہی تدفین ہوئی اور جن دنوں ہندوستان کے حالیہ وزیراعظم (نریندرا مودی) **گجرات** کے وزیر اعلیٰ تھے تو **گجرات** کے خونی فسادات کے دوران ولی کی قبر بھی اکھاڑ دی گئی۔

عبدالحق نے مصحفی کے تین تذکرے **عقدِ ثریا** ۱۹۳۴ء **تذکرہ ہندی گویاں**، ۱۹۳۳ء اور **ریاض**

الفصحا، ۱۹۳۴ء میں انجمن ترقی اردو اورنگ آباد، دکن کے زیر اہتمام مرتب کر کے شائع کیے تھے البتہ عبدالحق نے ان تینوں تذکروں کے لیے ایک ہی مقدمہ تحریر کر کے تذکروں کی ابتداء میں شامل کر دیا۔ عبدالحق نے مصحفی کے حالات زندگی لکھتے ہوئے مختلف داخلی و خارجی شہادتوں کو بنیاد بنایا ہے اور مصحفی کے تذکروں وار دیگر تذکرہ نگاروں کی تالیفات سے بعض دیگر شہادتیں بھی اکٹھی کی ہیں۔ مثال کے طور پر مولوی عبدالحق نے لکھا کہ حسرت موہانی نے ان کا سنہ پیدائش ۱۱۶۴ھ/۵۱-۱۷۵۰ء لکھا ہے جو صحیح نہیں۔ عبدالحق کے مطابق مصحفی نے اپنے تذکرہ: ''ریاض الفصحا'' میں اپنے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس وقت میری عمر ۸۰ برس کی ہے۔ یہ تذکرہ ۱۲۲۱ھ/ ۱۸۰۶ء میں شروع ہوا اور ۱۲۳۶ھ/ ۲۱-۱۸۲۰ء میں اختتام کو پہنچا۔ یوں ان کی پیدائش ۱۱۵۶-۱۱۴۱ھ/ ۱۷۲۸ء تا ۱۷۴۳ء کے درمیان واقع ہوئی۔

عبدالحق نے یہ قیاس کیا ہے کہ مصحفی کا سنہ وفات ۱۲۴۰ھ/ ۲۵-۱۸۲۴ء اور عمر ۸۴ سال رہی ہو گی۔ اس لیے کہ شیفتہ نے اپنا تذکرہ ۱۲۵۰ھ/ ۳۵-۱۸۳۴ء میں لکھا تھا۔ عبدالحق کے مطابق مصحفی کو اس بات میں فوقیت حاصل ہے کہ انھوں نے اپنے تذکروں میں ''اردو'' کا لفظ پہلی بار برتا۔ اس حوالے سے عبدالحق نے مصحفی کے تالیف کردہ تذکروں کے کئی ایک مقامات کی نشان دہی کی جہاں ''اردو'' کا لفظ برتا گیا۔

عقدِ ثریا: (۱۷۸۴ء) مصحفی کا ۱۱۹۹ھ/ ۸۵-۱۷۸۴ء میں تحریر کردہ اولین تذکرہ ہے، لیکن ہے فارسی میں۔ مولوی عبدالحق نے نسخہ خدا بخش خان اور نسخہ رام پور کی مدد سے یہ تذکرہ مرتب کیا۔ اس کی اشاعت انجمن ترقی اردو اورنگ آباد سے ۱۹۳۴ء میں ہوئی۔ یہ تذکرہ فارسی گو شاعروں کا ہے جس میں تین قسم کے شعراء ہیں۔

اوّل شعرائے ایران جو ہندوستان کبھی نہیں آئے، دوسرے وہ شعرائے ایران جو ہندوستان آئے اور تیسرے ہندوستانی فارسی گو شاعر۔ اس تذکرے کا پہلا شاعر میرزا ربیع انجب ہے، جس نے ''قصہ چہار درویش'' لکھا۔ (۱۱)

تذکرہ ہندی گویاں (۱۷۹۴ء) میں مصحفی نے ۱۸۸ شاعروں اور ۵ شاعرات کا ذکر کیا ہے۔ اس میں مصحفی کا اپنا ذکر بھی شامل ہے۔ کل تعداد ۱۹۴ ہے۔ مصحفی نے شاعروں کا ذکر تخلص کے اعتبار سے حروف تہجی کے لحاظ سے کیا ہے۔ تذکرے کے آغاز میں ایک مختصر دیباچہ بھی قلم بند کیا ہے، جس سے تذکرہ کی وجۂ تصنیف معلوم ہوتی ہے۔ اس تذکرے میں محمد شاہ بادشاہ سے شاہ عالم بادشاہ کے عہد تک کے شعراء کا ذکر کیا گیا ہے۔ اکثریت مصحفی کے ہم عصروں کی ہے اور بہت سے ان کے واقف کار۔ مصحفی نے اس تذکرے میں اکثر شاعروں کے کلام پر رائے بھی دی ہے۔

عبدالحق نے **تذکرہ ہندی گویاں** کی تدوین ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے نسخے سے کی ہے اور اس کا مقابلہ کتب خانہ خدا بخش پٹنہ اور کتب خانہ ندوہ کے نسخوں سے کر کے اختلاف کی نشاندہی کر دی ہے۔ عبدالحق کا مرتب کردہ یہ تذکرہ انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد سے ۱۹۳۴ء میں شائع ہوا۔

مصحفی کی تذکرہ نگاری کی آخری کڑی **ریاض الفصحا** (۱۸۰۶ء) ہے۔ عبدالحق کے مطابق اس تذکرہ کا نام تاریخی ہے، جس سے اس کا سنہ تالیف ۱۲۳۶ھ/۲۱-۱۸۲۰ء ہے۔ تذکرے کے آخر میں مصحفی نے ایک قطعہ

درج کیا ہے۔ اس سے بھی ۱۲۳۶ھ ہی کا سنہ برآمد ہوتا ہے۔ یہ تذکرہ ۳۲۳ شاعروں کے ذکر پر مشتمل ہے۔

یہ تذکرہ عبدالحق نے خدا بخش لائبریری پٹنہ کے قلمی نسخے کی بنیاد پر مرتب کیا ہے جو ۱۲۳۸ھ میں رمضان بیگ طپان نے رقم کیا تھا۔ مصحفی نے اس تذکرے میں بالخصوص ان شعراء کا ذکر کیا ہے، جن کا ذکر اپنے پہلے تذکرے میں نہ کرسکا۔ یوں **ریاض الفصحا** کو **تذکرہ ہندی گویاں** کا تکملہ کہا جا سکتا ہے۔

نکات الشعراء (۱۷۵۲ء) میر تقی میر کا تحریر کردہ تذکرہ ہے جسے مولوی عبدالحق نے ۱۹۳۵ء میں مرتب کیا۔ میر تقی میر نے اردو شعراء کے اس فارسی میں لکھے گئے تذکرے کو کب تالیف کیا؟ خود میر نے اس کی وضاحت کہیں نہیں کی۔ البتہ انھوں نے آنند رام مخلص کے ذکر میں یہ تحریر کیا ہے کہ مخلص کے انتقال کو ایک سال ہو گیا۔ گارسیں دتاسی اور آزاد بلگرامی نے مخلص کا سنہ وفات ۱۱۶۴ھ تحریر کیا ہے۔ اس سے پتا چلا کہ "نکات الشعراء" ۱۱۶۵ھ/۱۷۵۲ء کی تالیف ہے۔ یاد رہے کہ "نکات الشعراء" اردو شاعروں کا فارسی میں لکھا ہوا پہلا تذکرہ ہے۔ اس سے قبل کا کوئی تذکرہ تا حال دستیاب نہیں ہوا۔ عبدالحق نے یہ تذکرہ جس فارسی قلمی نسخے سے مرتب کیا، وہ ۱۱۷۲ھ / ۵۹-۱۱۵۸ء میں سید الولی عزلت کے لیے سید عبدالحیٔ نے رقم کیا تھا۔ اس تذکرے میں میر سمیت ۱۰۱ شاعروں کا ذکر ہے۔

عبدالحق مقدمہ میں لکھتے ہیں:

> "نکات الشعراء شروع سے آخر تک دلّی میں لکھا گیا ہے اور سوائے دکن کے چند شعراء اور بعض قدیم ریختہ گو شعراء کے باقی سب کے سب دلّی کے شاعر ہیں اور ان میں بھی اکثر ایسے جن سے میر صاحب بذاتِ خود واقف تھے۔" (۱۲)

عبدالحق نے یہ بھی بتایا کہ میر نے یہ تذکرہ جس زمانے میں مرتب کیا، ان دنوں میر صاحب کے تعلقات اپنے ماموں سراج الدین آرزو سے کشیدہ تھے لیکن ان کے ذکر میں ان کے ذاتی تعلقات حائل نہ ہوئے اور انھیں ان کے مرتبے کے مطابق تذکرے میں جگہ دی گئی۔ عبدالحق مقدمہ میں رقم طراز ہیں کہ میر صاحب پہلے تذکرہ نویس ہیں جنھوں نے تنقید سے کام لیا ہے اور جہاں کوئی سقم نظر آیا، بے رُو رعایت اس کا اظہار کر دیا۔

مولوی عبدالحق نے ۱۹۳۹ء میں اسد اللہ خاں تمنا کے تذکرے **گلِ عجائب** (۱۷۷۸ء) کو مرتب کر کے انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد، دکن سے شائع کیا تھا۔ یہ تذکرہ کتب خانہ آصفیہ کے ایک نسخے کی مدد سے مرتب کیا گیا تھا۔ بقول عبدالحق اس کی ترتیب میں بہت دقت اٹھانی پڑی۔ اس کے بعض حصوں کا کاتب بہت غلط نویس ہے۔ اکثر املا کی غلطیاں موجود ہیں اور اشعار غلط نویسی کی وجہ سے وزن و بحر سے خارج ہو گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس تذکرے کو دوسرے تذکروں اور دواوین کی مدد سے درست کرنا پڑا اور بعض اشعار کو مجبوراً خارج بھی کرنا پڑا۔ لیکن عبدالحق نے کہیں بھی اس کی نشان دہی نہیں کی کہ انہوں نے کن کن دیگر تذکروں سے استفادہ کیا۔ لیکن ان کے حاصل کردہ نتائج حیران کن ہیں۔

اسد اللہ خاں تمنا نے تذکرہ کے آغاز میں ایک قطعۂ تاریخ درج کیا ہے جس کے حروف **آغاز صفحه**

بگو سے عبدالحق نے تاریخ ۱۱۹۲ھ نکالی ہے۔ نیز یہ بتایا کہ تذکرہ کا سنہ تکمیل ۱۱۹۴ھ/۱۷۸۰ء ہے۔ یعنی اس تذکرے کو رقم کرنے کا آغاز ۱۱۹۲ھ/۱۷۷۸ء میں ہوا اور دو سال میں مکمل ہوا۔ ''گل عجائب'' میں کل ۵۱ شاعروں کا ذکر ہے جن میں سے زیادہ تر تمنا کے ہم وطن ہیں اور تمنا ان سے ذاتی طور پر واقف ہیں۔ جن شعراء سے اسد اللہ خاں تمنا کی رسم و راہ نہ تھی، ان کا ذکر سرسری ہے۔ اس نوع کی نادر معلومات کے خزینے مولوی عبدالحق کے تحریر کردہ مقدمات ہیں اور ان میں شامل کردہ تجزیاتی مطالعے۔

حوالہ جات:

(۱) حامد بیگ، ڈاکٹر مرزا، **باغ و بہار**، نسخہ فیض اللہ کلکتہ لاہور: اردو سائنس بورڈ، طبع اول: ۲۰۰۴ء، ص: ۸۳، ۸۴، ۸۵۔

(۲) فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، ''اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نویسی'' مشمولہ: **نگار پاکستان**، (تذکروں کا تذکرہ نمبر) کراچی ۱۹۶۴ء، ص: ۷۔

(۳) لالہ لچھمن داس نرائن شفیق، **چمنستان شعراء**، اورنگ آباد: انجمن ترقی اردو، ۱۹۲۸ء، ص: ۱۲

(۴) ایضاً، ص: ۲

(۵) نصیرالدین ہاشمی، **دکن میں اردو**، لاہور: اردو مرکز، ۱۹۵۲ء، ص: ۳۴۴۔

(۶) عبدالحق، مولوی، **نکات الشعراء**، مؤلفہ میر تقی میر، کراچی، انجمن ترقی اردو، ۱۹۷۹ء، ص: ۱۱۵

(۷) عبدالحق، مولوی، **گلشن ہند** از مرزا علی لطف، لاہور، دارالاشاعت، پنجاب، ۱۹۰۶ء، ص: ۱۹۱

(۸) آزاد، محمد حسین، **آب حیات**، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۵۷ء، ص ۱۵۶

(۹) اقتدا حسن، ڈاکٹر، **مخزن نکات**، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۶ء، ص ۴۸

(۱۰) ایضاً، ص: ۴۹

(۱۱) ڈاکٹر مرزا حامد بیگ نے انتہائی چھان پھٹک کے بعد **قصہ چہار درویش** (جو بعد از آں میر امن کی **باغ و بہار** کی بنیاد بنا) کو میرزا ربیع الحجب کی تخلیق قرار دیا ہے۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے: **باغ و بہار** (نسخہ فیض اللہ) مرتبہ: ڈاکٹر مرزا حامد بیگ، لاہور: اردو سائنس بورڈ، طبع اول: ۲۰۰۴ء، ص: ۸۵، ۸۴، ۸۳

(۱۲) عبدالحق، مولوی، مقدمہ **نکات الشعراء** (مرتبہ)، اورنگ آباد، انجمن ترقی اردو، طبع اول: ۱۹۳۵ء۔